تیری تصویر دیکھ کر!

گاؤں سے فسٹ کلاس میں بی۔اے کرنے کے بعد اکبر خان ایم۔اے کرنے کے لیے لاہور منتقل ہوگیا۔ اسے پنجاب یونیورسٹی میں داخلہ مل گیا اور اس نے یونیورسٹی ہوسٹل میں ہی رہائش اختیار کرلی۔ وسیع و عریض یونیورسٹی کے سہانے ماحول میں جلد ہی اس کی طبیعت رچ بس گئی اور وہ انہماک کے ساتھ اپنی پڑھائی میں مصروف ہوگیا۔ اتفاق کی بات کہ ہوسٹل میں اس کے ساتھ والے کمرے میں ایک قادیانی نوجوان رہتا تھا۔ اس چالاک اور شاطر قادیانی نوجوان نے اکبر خان کو اپنے جال میں پھنسانے کا منصوبہ بنایا اور ایک طے شدہ پروگرام کے تحت اس نے اکبر خاں سے گہری دوستی پیدا کرلی اور اس کے دل میں اپنے اعتماد کی جگہ بنالی۔ اب اس قادیانی نوجوان نے اکبر خاں کو دھیرے دھیرے قادیانیت کی تبلیغ کرنا شروع کردی۔ پھر اسے قادیانی لٹریچر پڑھانا شروع کیا۔ وہ اسے کئی دفعہ لاہور کے قادیانی مرکز میں لے کر گیا' جہاں اس کی پر تکلف دعوتیں کی جاتیں اور اسے تحائف سے نوازا جاتا۔ قادیانی نوجوان اسے کئی دفعہ ربوہ بھی لے کر گیا جہاں اسے بڑے بڑے قادیانیوں سے ملایا گیا' مختلف شعبہ جات کا دورہ کرایا گیا اور بہشتی مقبرہ کی سیر کرائی گئی۔

وقت اپنے متحرک پہیوں کے ساتھ اپنی منزل کی جانب رواں دواں رہا۔ لیل و نہار کی گردش جاری رہی اور اکبر خان کے دل و دماغ پر قادیانی تعلیم کی یلغاریں ہوتی رہیں۔ ایک سائنسی انداز سے اس کی برین واشنگ ہوتی رہی۔ جب اس ارتدادی تبلیغ کو ایک سال بیت گیا تو اکبر خان قادیانی مذہب قبول کرچکا تھا' لیکن اس کے والدین کو خبر نہ ہوئی کہ ان کے ساتھ کتنا بڑا سانحہ ہوچکا ہے۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ ان کا بیٹا جو لاہور تعلیم کے زیور سے مالا مال ہونے گیا تھا' زیور ایمان سے بھی محروم ہوچکا ہے۔ انہوں نے اپنے جس لخت جگر کو روشنیوں کے شہر بھیجا تھا' وہ ارتداد کے اندھے کنوئیں میں گرچکا ہے۔ اس دوران اکبر خان گھر آتا جاتا رہا' لیکن اس نے اس خبر کی بھنک کسی کے کانوں میں نہ پڑنے دی۔

دو سال بعد جب وہ ایم۔اے کا امتحان دینے کے بعد یونیورسٹی سے فارغ ہوکر گھر واپس لوٹا تو اپنے دیگر سامان کے ساتھ قادیانی لٹریچر اور کتابوں کے بنڈل بھی لے آیا۔ ایک دن اس کے والد کی جب قادیانی لٹریچر پر نظر پڑی تو وہ چونک اٹھے۔ انہوں نے ساری قادیانی کتابوں پر

سر سری نظر ڈالی تو وہ حیران و پریشان تھے کہ ان کے بیٹے کے پاس یہ مہلک کتابیں کہاں سے آ گئیں۔ ابھی وہ اسی پریشانی میں غرق تھے کہ باہر سے اکبر خان بھی آ گیا۔

"یہ کتابیں کس کی ہیں؟" باپ نے بیٹے سے پوچھا۔

"میری ہیں"۔

"تم یہ کتابیں کہاں سے لائے ہو؟"

"لاہور سے"۔

"تمہارا ان کتابوں سے کیا تعلق؟"

"میں ان کا مطالعہ کرتا ہوں"۔

"تمہاری ان سے کیا دلچسپی؟"

"میری ان سے مذہبی دلچسپی ہے؟"

"کیا تم قادیانی ہو چکے ہو؟" باپ نے حیرت سے پوچھا۔

"جی ہاں! میں قادیانی مذہب قبول کر چکا ہوں" اکبر خان نے دو ٹوک جواب دیا۔

بوڑھا باپ سر پکڑ کے بیٹھ گیا' جیسے اس کے سر پر کسی نے بھاری ہتھوڑا دے مارا ہو۔ باپ بیٹے کی تلخ گفتگو کا شور سن کر سارا گھر اکٹھا ہو گیا۔ اکبر خاں کا باپ زور زور سے چلا رہا تھا۔

"میرے گھر سے ابھی دفع ہو جاؤ۔ میں کسی مرتد کا وجود اپنے گھر میں برداشت نہیں کر سکتا"۔

اکبر خاں کے بھائیوں نے باپ کے جذبات کو ٹھنڈا کیا اور باپ کو سمجھایا کہ اسے گھر سے نکالنے سے معاملہ مزید بگڑ جائے گا۔ وہ مزید پکا ہو جائے گا اور قادیانی بھی خوش ہوں گے کہ اچھا ہوا گھر والے چھوٹے! ہم علمائے کرام کو بلا کر بھائی کی ذہنی صفائی کرائیں گے۔ اس کے شکوک و شبہات دور کریں گے اور انشاء اللہ اسے ارتداد کے خارستان سے نکال کر دوبارہ اسلام کے گلستان میں لائیں گے۔ باپ نے اس حد تک بیٹوں کی بات سے اتفاق کیا۔ مختلف جید علمائے کرام کو بلایا گیا اور اکبر خاں سے ان کی ملاقاتیں کرائی گئیں۔ سوال و جواب کی طویل نشستیں ہوتی رہیں۔ رد قادیانیت پر علمائے کرام کے کاٹ دار دلائل سے اکبر خاں کٹ کٹ اور بکھر بکھر جاتا۔ جب لاجواب ہو جاتا تو ہر بار یہ کہہ کر اپنا دامن چھڑا لیتا کہ اس کا

جواب میں اپنے مربی سے پوچھ کر دوں گا۔ بحث و مباحثہ کی نشست میں علمائے کرام نے اثبات ختم نبوت اور رد قادیانیت پر سینکڑوں دلائل دیے۔ مرزا قادیانی کی شخصیت کے پرخچے اڑائے۔ اصلی قادیانی کتب سے حوالہ جات پیش کیے' لیکن ہر دلیل اور حوالہ کے جواب میں وہ صرف یہ کہتا ''میں اپنے مربی سے پوچھ کر اس کا جواب دوں گا''۔

یوں محسوس ہوتا کہ اس کا ذہن بند کر دیا گیا ہے اور وہ قادیانیت کے علاوہ کچھ بھی قبول کرنے کو تیار نہیں۔ اس کی ضد' ہٹ دھرمی اور ''میں نہ مانوں'' کو دیکھ کر اس کے والد نے بحث و مناظرہ بند کرا دیے اور اسے جوتے مار کر گھر سے نکال دیا' جائیداد سے عاق کر دیا اور سارے رشتہ داروں نے اس مرتد کا بائیکاٹ کر دیا۔

اکبر خاں گھر سے نکلا اور سیدھا اپنے یونیورسٹی کے دوست کے پاس ربوہ پہنچا۔ اس نے اسے سینے سے لگایا۔ اکبر خاں نے اسے ساری آپ بیتی سنائی۔ اس کے دوست نے ٹھنڈی آہیں بھر بھر کر اس کی ساری کہانی سنی۔ اس کی ساری کہانی سننے کے بعد اس کے دوست نے کہا کہ یہ تمہارا امتحان تھا اور تم اس امتحان میں کامیاب و کامران رہے۔ میری طرف سے تمہیں بہت بہت مبارک ہو۔ تم نے جتنی بھی مصیبتیں برداشت کیں' وہ صرف راہ حق کے لیے تھیں۔ تم نے بہن بھائی' والدین' عزیز و اقارب' گھربار اور دولت قربان کر کے یہ ثابت کر دیا کہ ایمان کے سامنے یہ ساری چیزیں ہیچ ہیں۔

مکار قادیانی کی مکارانہ گفتگو نے شکستہ اکبر خاں کے جسم میں مضبوطی پیدا کر دی۔ اس کے خوشامدی اور حوصلہ افزا جملوں نے اسے ایک نئی طاقت عطا کر دی۔ قادیانی نوجوان نے اس کے لیے فوری طور پر ربوہ میں دو کمروں والے ایک مکان کا بندوبست کر دیا اور سلسلہ روزگار کے لیے ایک پرائیویٹ سکول میں ملازمت دلوا دی۔ اس مہم کو پورا کرنے کے بعد اس کے پاؤں میں قادیانیت کی بھاری زنجیر ڈالنے کے لیے ربوہ میں ایک قادیانی فیملی میں اس کی منگنی کر دی گئی اور دو مہینے بعد شادی کا پروگرام طے ہوگیا۔ والدین کے گھر سے نکلنے کے بعد اکبر خان اب اپنا گھر بسانے پر بڑا خوش تھا۔ شادی کے اخراجات پورے کرنے کے لیے قادیانی نوجوان نے اسے سکول سے ایک سال کی ایڈوانس تنخواہ دلوا دی۔

اپنی شادی سے ایک مہینہ پہلے اکبر خان شادی کی خریداری کے لیے لاہور آیا۔ لاہور مال روڈ پر اس نے جوتے اور کپڑے خریدنے تھے۔ خریداری کے بعد وہ مال روڈ پر جا رہا تھا۔

جب وہ کتابوں کی مشہور دکان فیروز سنز کے قریب سے گزرا تو اپنے مطالعاتی ذوق کی وجہ سے وہاں ٹھہر گیا۔ اس نے گھڑی پر وقت دیکھا تو ابھی ربوہ جانے والی ٹرین میں دو گھنٹے باقی تھے۔ وہ فیروز سنز میں داخل ہو گیا اور ذوق و شوق سے مختلف کتابوں کو دیکھنے لگا۔ اچانک اس کی نظر سیرت النبیؐ کی ایک معروف کتاب ''محسن انسانیتؐ'' پر پڑی' جس کے مصنف مشہور ادیب اور مذہبی سکالر جناب نعیم صدیقی ہیں۔ اس نے کتاب کو جستہ جستہ دیکھا۔ کتاب کے مضامین اسے بڑے پسند آئے۔ اس نے کتاب خرید لی اور ربوہ روانہ ہو گیا۔ ربوہ پہنچتے ہی اس نے رات کو کتاب کا مطالعہ شروع کر دیا۔ پہلا باب کھولتے ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کا تذکرہ اس کی نظروں کے سامنے آیا۔ وہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال جہاں افروز کے متعلق مندرجہ ذیل سطور پڑھ رہا تھا۔

''میں نے جونہی حضورؐ کو دیکھا تو فوراً سمجھ لیا کہ آپؐ کا چہرہ ایک جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہو سکتا''۔ (عبداللہ بن سلام)

''میں اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر حاضر ہوا تو لوگوں نے دکھایا کہ یہ ہیں خدا کے رسولؐ! دیکھتے ہی میں نے کہا' واقعی یہ اللہ کے نبی ہیں''۔ (ابو رمثہ تیمی)

''مطمئن رہو' میں نے اس شخص کا چہرہ دیکھا تھا جو چودہویں رات کے چاند کی طرح روشن تھا۔ وہ کبھی تمہارے ساتھ بدمعاملگی کرنے والا شخص نہیں ہو سکتا۔ اگر ایسا آدمی (اونٹ کی رقم) ادا نہ کرے تو میں اپنے پاس سے ادا کر دوں گی''۔ (ایک معزز خاتون)

''ہم نے ایسا خوبرو شخص اور نہیں دیکھا...... ہم نے اس کے منہ سے روشنی سی نکلتی دیکھی ہے''۔ (ابو قرصانہ کی والدہ اور خالہ)

''حضورؐ سے زیادہ خوبرو کسی کو نہیں دیکھا۔ ایسا لگتا گویا آفتاب چمک رہا ہے''۔ (ابو ہریرہؓ)

''اگر تم حضورؐ کو دیکھتے تو سمجھتے کہ سورج طلوع ہو گیا ہے''۔ (ربیع بنت معوذ)

''دیکھنے والا پہلی نظر میں مرعوب ہو جاتا''۔ (حضرت علیؓ)

''وہ گورے مکھڑے والا جس کے روئے زیبا کے واسطے سے ابر رحمت کی

دعائیں مانگی جاتی ہیں"۔(ابو طالب)

"میں ایک مرتبہ چاندنی رات میں حضورؐ کو دیکھ رہا تھا۔ آپؐ اس وقت سرخ جوڑا زیب تن کیے ہوئے تھے۔ میں کبھی چاند کو دیکھتا تھا اور کبھی آپؐ کو۔ بالاخر میں اس فیصلے پر پہنچا کہ حضور اکرمؐ چاند سے کہیں زیادہ حسین ہیں"۔(حضرت جابرؓ بن سمرہ)

"خوشی میں حضورؐ کا چہرہ ایسا چمکتا گویا چاند کا ٹکڑا ہے۔ اسی چمک کو دیکھ کر ہم آپؐ کی خوشی کو پہچان جاتے تھے"۔(کعبؓ بن مالک)

"چہرے پر چاند کی سی چمک تھی"۔(ہند بن ابی ہالہ)

وہ محبوبؐ خدا کے رخ انور کی ضیا پاشیوں اور نور افروزیوں کو پڑھ کر جھوم اٹھا۔ اچانک اس کا دھیان مرزا قادیانی کی طرف چلا گیا۔ وہ سوچنے لگا کہ میرا مرزا قادیانی بھی کتنا حسین و جمیل ہوگا۔ قادیانی ہونے کے باوجود اس نے آج تک مرزا قادیانی کی تصویر نہ دیکھی تھی۔ اس کے دل میں شوق کا ایک طوفان اٹھا کہ مجھے اپنے مرزا صاحب کی تصویر کی ابھی زیارت کرنی چاہیے تاکہ میں ان کے نور افروز چہرے سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرسکوں۔ اس نے کتابوں میں یہ پڑھ رکھا تھا کہ نبی اپنے وقت میں کائنات کے سارے انسانوں سے خوبصورت ہوتا ہے۔ اس کے شوق نے ایک زبردست انگڑائی لی اور وہ بھاگم بھاگ اپنے قادیانی دوست کے گھر پہنچ گیا اور اس سے بڑی محبت سے مرزا قادیانی کی تصویر کی درخواست کی۔ اس کا دوست اندر گیا اور ایک بڑے کاغذ میں مرزا قادیانی کی تصویر لے کر آگیا۔ باہر آتے ہی اس نے اکبر خان سے پوچھا کہ کیا تمہارا وضو ہے؟ کیونکہ بے وضو مرزا صاحب کی تصویر کو ہاتھ نہیں لگانا چاہیے۔

اکبر خان جھٹ سامنے والی قادیانی عبادت گاہ میں چلا گیا اور وہاں سے وضو کر کے آگیا۔ اس نے اپنے دوست سے مرزا قادیانی کی تصویر لی اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا دھڑکتے دل کے ساتھ اپنے گھر کی طرف روانہ ہوگیا۔ گھر پہنچنے تک سورج غروب ہوچکا تھا۔ وہ گھر میں داخل ہوا اور داخل ہوتے ہی اس نے باہر کا دروازہ بند کرلیا تاکہ کوئی اسے ڈسٹرب نہ کرسکے اور وہ پورے انہماک کے ساتھ تصویر کی زیارت کرسکے۔ وہ اپنے کمرے میں آیا اور کمرے کی ساری لائٹیں جلا دیں۔ کانپتے ہاتھوں اور کانپتے دل کے ساتھ اس نے کاغذ سے مرزا قادیانی

کی تصویر نکالی۔ آنکھوں کے سامنے تصویر آتے ہی اس پر ایک سکتہ ساطاری ہوگیا۔ اس نے پلکیں جھپکے بغیر آنکھوں کو تصویر میں گاڑ دیا۔ وہ تصویر میں یوں کھو گیا جیسے وہ تصویر میں سے کچھ ڈھونڈ رہا ہے۔ وہ صاحب تصویر کے اک اک انگ اور اک اک عضو کو یوں دیکھ رہا تھا جیسے کوئی سائنس دان خوردبین لگائے اپنے تجرباتی عمل کو دیکھ رہا ہو۔ وہ پندرہ منٹ ساکت کھڑا تصویر کی وادی میں گھومتا رہا۔

اس نے دیکھا کہ مرزا قادیانی کی آنکھیں چھوٹی بڑی ہیں' جن میں کوئی روشنی نہیں' کوئی جاذبیت نہیں۔ لمبوترا سا سر ہے جس کا عیب چھپانے کے لیے سر پر پگڑی یوں باندھ رکھی ہے جیسے پگڑی نہیں "الو" ہے۔ ہاتھی کی طرح لٹکتے ہوئے لمبے لمبے کان ہیں۔ آنکھیں اتنی چھوٹی ہیں کہ سفیدی اور سیاہی کا امتیاز مشکل ہے۔ بے ڈھب ماتھا کسی پوٹھوہاری علاقے کا منظر پیش کرتا ہے۔ ابرو کے بال یوں غائب ہیں جیسے "بال جھڑ" کا مریض ہو۔ گردن کچھوے کی طرح اندر دبکی ہوئی۔ خمیری روٹی کی طرح پھولے ہوئے بڑے بڑے ہونٹ۔ پھولے ہوئے نتھنے جیسے کم آکسیجن والی ہوا میں سانس لے رہا ہو۔ پچکے ہوئے گال اور داڑھی مکڑی کے جالے کا ویرانہ منظر پیش کر رہی تھی۔ چہرے پر نہ رعب و دبدبہ' نہ روشنی نہ ضیاء' نہ وجاہت نہ ملاحت' نہ شرافت نہ صداقت' نہ رعنائی نہ زیبائی' نہ جاذبیت نہ آدمیت' نہ وقار نہ افتخار' نہ شوکت نہ تمکنت!--- وہ مرزا قادیانی کے چہرے کو دیکھتا رہا--- ملاحظہ کرتا رہا--- معائنہ کرتا رہا--- پڑھتا رہا--- اور پھر ایک لمبے سکوت کے بعد وہ زور سے پکار اٹھا:

"خدا کی قسم! یہ شکل کسی نبی کی نہیں ہو سکتی"۔

"خدا کی قسم! میں اس سے زیادہ خوبصورت ہوں"۔

"خدا کی قسم! میں نے اس دنیا میں ہزاروں انسان اس سے بہت خوبصورت دیکھے"۔

"اے اللہ! تو گواہ رہنا' میں اس کی شخصیت اور اس کے مذہب پر لعنت بھیجتا ہوں اور صدق دل سے توبہ کر کے دوبارہ حلقہ بگوش اسلام ہوتا ہوں"۔

اکبر خان نے اسی رات جلدی جلدی اپنا ضروری سامان بیگ میں ڈالا اور چپکے چپکے ربوہ سے بھاگ نکلا اور چنیوٹ پہنچ کر اپنے گاؤں جانے والی لاری میں سوار ہوگیا۔ جب لاری نے اسے اس کے گاؤں کی باہر والی سڑک پہ اتارا تو رات کے دو بج چکے تھے۔ اکبر خان وہاں سے پیدل اپنے گاؤں کو روانہ ہوگیا۔ وہ گاؤں کی طرف جانے والی نہر کے کنارے کنارے چل رہا

تھا۔ خوشی سے اس کے پاؤں اچھل اچھل جاتے تھے۔ گاؤں کی طرف سے آنے والی ٹھنڈی ہوا اس کے جسم سے لپٹ لپٹ جاتی تھی۔ جب ہوا زور سے چلتی تو فضا میں سیٹیاں بجنے لگتیں گویا ہوا سیٹیاں بجا کر اس کا خیر مقدم کر رہی تھی۔ یہی ہوا جب درختوں سے گزرتی تو رقص کرتے پتوں سے ایک عجیب موسیقی پیدا ہوتی اور اسے یوں محسوس ہوتا جیسے پتے اس کے لیے استقبالی تالیاں بجا رہے ہیں۔ اس نے نہر کے پانی کی طرف دیکھا جو چاندنی رات میں چمک رہا تھا اور کبھی کبھی اس سے کوئی لہر اٹھ کر اسے دوبارہ مسلمان ہونے پر سلامی پیش کرتی۔ اس نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر دیکھا تو چرخ نیلوفری نے اس کے سر پر ستاروں کے چراغاں کا اہتمام کر رکھا تھا۔ مہتاب اپنی چاندنی اس کے قدموں میں لوٹا رہا تھا۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ جنت کی کسی روش پر نہر کے کنارے سیر کر رہا ہے۔ وہ اسی کیف و مستی کے عالم میں چلا جا رہا تھا کہ وہ اپنے گھر پہنچ گیا۔ دروازے پر پہنچتے ہی اس نے دستک دی۔ جواب میں اس کے والد صاحب کی آواز آئی:

"کون؟"

"میں 'اکبر خان"۔

"تمہارے لیے اس گھر کے دروازے ہمیشہ کے لیے بند ہو چکے ہیں اور تم میرے لیے مر چکے ہو" اس کے والد صاحب نے غصہ میں جواب دیا۔

"ابا جی! میں آپ کے لیے دوبارہ زندہ ہو گیا ہوں۔ میں قادیانیت سے تائب ہو کر مسلمان ہو چکا ہوں"۔

کھڑاک سے دروازہ کھلا اور باپ نے اپنے لخت جگر کو اپنی بانہوں میں لے لیا۔ دونوں جانب سے ہچکیوں کی صدا اٹھی اور دونوں کی آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے بہہ نکلے۔ ہچکیوں اور سسکیوں کی صدا سے سارا گھر جاگ اٹھا اور سارے اہل خانہ یہ عظیم خوشخبری سنتے ہی وارفتگی کے عالم میں اکبر خان سے لپٹ گئے۔ خوشی کے آنسوؤں سے ہر چہرہ چمک اٹھا۔ اہل خانہ نے اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے اپنے سر سجدے میں رکھ دیے۔

پھر سب گھر والوں نے اکبر خاں کو کرسی پہ بٹھایا اور خود اس کے ارد گرد بیٹھ گئے اور اس سے اس ایمانی انقلاب کی روداد پوچھنے لگے۔ اکبر خاں نے انہیں بالتفصیل ساری کہانی سنائی اور پھر جیب سے مرزا قادیانی کی تصویر نکال کر دکھائی۔ سب جوش و غضب سے تصویر پر

تھوکنے لگے، جوتے مارنے لگے۔ اکبر خان نے فوراً تصویر ان سے لے لی کیونکہ صبح گاؤں والوں کو بھی تصویر دکھانا تھی۔ اکبر خاں نے سارے اہل خانہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"مرزا قادیانی کے جھوٹا ہونے کی سب سے بڑی دلیل اس کی شکل ہے۔ کاش قادیانی عقل سے اس کی شکل دیکھیں تو دو منٹ میں فیصلہ ہو جاتا ہے"۔

صبح گاؤں میں زبردست جشن منایا گیا۔ اکبر خاں کو ہاروں سے لاد کر پورے گاؤں کا راؤنڈ لگایا گیا۔ سینکڑوں دیگیں پکائی گئیں۔ پورے گاؤں میں خوشی سے زبردست ہوائی فائرنگ ہو رہی تھی اور ہر گولی قادیانیت کے لاشے کے پرخچے اڑا رہی تھی۔